سفرِ شام.........سلطان ابراہیم ادہم ؒ کے دربار میں

(سابقہ قسط میں تصحیح و اضافات کے ساتھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بہ نستعین......

حماہ ایک چھوٹا سا مگر خوبصورت شہر ہے اس کی سڑکیں اور گلیاں صاف ستھری ہیں اور سبزے نے شہر کے حسن میں یوں اضافہ کر دیا ہے جیسے کسی دلہن نے سبز ریشمی دوشالہ اوڑھ کر چہرہ کھول دیا ہو۔

حماہ حلب سے زیادہ دور نہیں نصف گھنٹے میں گاڑی حماۃ پہنچ گئی اور یہ گاڑی وہی خوبصورت بس ہے جسے یہاں نہ جانے کیوں ...... بولمان ...... کہا جاتا ہے۔ بس اسٹینڈ پر اتر کر ایک فون بوتھ سے دمشق فون کیا کیونکہ وہاں مولانا شیخ عبدالھادی صاحب کے ھاں حماہ کے ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی تھی جو حضرت عبدالھادی صاحب کا مرید اور شاگرد تھا اور اس نے اپنا فون نمبر دیا تھا کہ حماہ کی زیارات کے لیے وہ رہنمائی کرے گا۔ اور اسے میری میزبانی سے مسرت ہوگی مگر افسوس کہ میں اس کا فون نمبر اور ایڈریس والد پرچہ دمشق میں ہوٹل رافدین کے اپنے کمرہ ہی میں بھول آیا تھا۔ دو تین بار فون کرنے کے بعد شیخ حسام سے اس کا پتہ مل گیا کہ اس کا نام محمد کمال ہے اور وہ مکتبہ ذاکرین کا مالک ہے۔ چنانچہ اب مسئلہ یہ تھا کہ مکتبہ ذاکرین پر پہنچا جائے فون بوتھ جس دکان پر نصب تھا وہ ایک ایسی کینٹین تھی جس پر کولڈ ڈرنک اور بسکٹ وغیرہ میسر تھے مگر چائے نہیں تھی جبکہ مجھے چائے اور دوپہر کے کھانے کے قائم مقام کی شدید خواہش ہو رہی تھی۔ اس کینٹین کا مالک ایک ۶۵ سالہ شخص تھا وہ اور اس کا بیٹا کنٹین پر تھے اس بزرگ نے جس کا نام سیام المنجد تھا مجھے پیشکش کی کہ وہ مجھے اپنے گھر اور پھر شہر کے تاریخی مقامات پر لے چلنے کو تیار ہے مگر میں نے اس سے مکتبہ الذاکرین اور کمال تک رسائی میں مدد چاہی چنانچہ وہ خود ازراہ کرم میرے ساتھ ہو لیا۔ اور ہم شہر کی اس سڑک پر پہنچے جس پر مکتبات ہیں۔ اس سڑک کا نام دباغہ ہے۔ افسوس کہ تلاش بسیار کے باوجود ہمیں یہاں کہیں مکتبہ الذاکرین نہ ملا۔ میں نے عصر کی نماز ابھی ادا نہیں کی تھی اور وقت تیزی سے گزر رہا تھا کہ ایک مسجد پر نظر پڑی میں نے اس بزرگ سے کہا کہ آیئے ہم نماز ادا کر لیں اس نے کہا میں اگلی گلی سے مکتبہ کے بارے میں معلومات کرتا ہوں اور آپ مسجد میں دوگانہ ادا کر لیں۔ میں مسجد میں داخل ہوا دوگانہ ادا کی اور ایک شخص سے پوچھا کہ یہاں کوئی مکتبہ الذاکرین ہے وہ ابھی جواب

۲۰۱۱ء
اردو میں
ملنے کا پتا:
ہے۔ فرید
ہوا ہے۔
رحمۃ اللہ
الخیر
تمل ہے
ہے جو امام
ہ کا اصل
کی تصویر
میں کتنے
ہے اور

کے بارے میں غور ہی کر رہا تھا کہ مسجد کے کسی گوشے سے آواز آئی............ **ایوہ انااعرفہا......** ہاں میں جانتا ہوں۔ میں اس آواز کی طرف متوجہ ہوا تو ایک کونے میں ایک نوجوان قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے مصحف بند کیا اور پھر اٹھ کر بڑی محبت سے استقبال وسلام کیا۔ یہ باریش خوبصورت نوجوان وہی تھا جس نے آواز دے کر کہا تھا کہ ھاں میں جانتا ہوں۔ پھر وہ راستہ بتانے کی بجائے میرے ساتھ ہولیا تاکہ وہ مجھے اس مکتبہ تک پہنچا کر آئے مسجد سے باہر نکلے تو وہ بزرگ بھی آگئے اور ہم دونوں اس نوجوان کے ساتھ ہو لئے پہلے تو وہ قریب ہی واقع مکتبہ الغزالی لے گیا جو اس کا اپنا مکتبہ تھا وھاں سے اس نے گھر فون کر کے مکتبہ الذاکرین کا فون نمبر لیا جوتے تبدیل کیے اور کہا چلتے ہیں آپ کو پہنچا کر آؤں۔ وہ بزرگ اس بات پر راضی نہ تھے کہ مجھے نوجوان کے حوالے کریں دونوں نے آپس میں بات کی بزرگ نے مکتبہ کا پتہ پوچھا اس نے جو پتہ بتایا بزرگ نے کہا کہ میں وہیں رہتا ہوں مگر وہاں تو اس نام کا کوئی مکتبہ نہیں۔ نوجوان کا اصرار تھا کہ مکتبہ وہیں الشرعیہ نامی محلہ میں ہے۔ نوجوان مجھے لے کر چلنا چاہتا تھا اور بزرگ جانے نہ دیتے تھے۔ اس کھینچا تانی سے میں یہ سمجھا کہ بزرگ مخلص ہیں اور انہیں ڈر ہے کہ نوجوان مجھے ایک اجنبی (غیر ملکی) ہونے کی وجہ سے دھوکہ نہ دے اور نوجوان اپنی جگہ اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے میری مدد اور خدمت کا متمنی تھا۔ میں نے کہا ہم تینوں چلتے ہیں اور چل کر دیکھ لیتے ہیں اگر مکتبہ اور صاحبِ مکتبہ وھاں ہوئے تو فبہا ورنہ واپس لوٹ آئیں گے مگر نوجوان نے اس بزرگ سے خلاف توقع حتمی طور پر کہہ دیا کہ آپ کو اس مہمان کے میرے ساتھ جانے پر کوئی اعتراض ہے؟ بزرگ نے کہا نہیں۔ اس نے کہا تو پھر آپ جایئے آپ کا شکریہ میں انہیں وھاں پہنچا دوں گا۔ میرے لیے یہ صورتحال بڑی ہی افسوس ناک اور ناگوار تھی مگر میں صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور وہ بزرگ ہم سے الگ ہو گئے واضح رہے کہ یہ بزرگ کوئی ویسے بزرگ نہ تھے جنہیں ہمارے معاشرہ میں تقوی وطہارت کی بنیاد پر بزرگی کا درجہ حاصل ہے بلکہ عمر رسیدہ مخلص اور مددگار ہونے کی بنیاد پر میں نے ان کے لیے بزرگ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ میں بوجھل دل کے ساتھ بزرگ سے الوداعی ملاقات ملا اور وہ بھی چہرے پر ملال لیئے رخصت ہوئے......... مہمان نوازی ومہمان کے لئے محبت کے جذبات عربوں کے ہاں کیا ہوتے ہیں میرے والد گرامی اس سلسلہ میں ایک واقعہ اپنے سفر حرمین کا سنایا کرتے تھے جو انہوں نے قیام پاکستان سے قبل کیا تھا۔ اور پیدل کیا تھا...... (وہ فرماتے تھے کہ

میں جب نجد (ریاض) کے علاقہ سے مکہ مکرمہ کی طرف پا پیادہ تنہا سفر پر تھا کہ غروب آفتاب کے وقت ایک ایسی جگہ سے گزر ہوا جہاں کچھ عربوں کے خیمے، اور جھونپڑے نظر آئے میں مغرب کی نماز ادا کرنے کی غرض سے اس طرف چلا گیا، ایک ضعیف العمر خاتون کی نظر مجھ پہ پڑی تو فوراً ہاتھ کے اشارہ سے بلایا اور کہا **تعال یا ولیدی تعال** (آؤ میرے بچے ادھر آ جاؤ)........... میں اس کے جھونپڑے کے قریب چلا گیا اس نے بڑی محبت سے مجھے بٹھایا اور کہا تم آج میرے مہمان ہو، میری بکریاں واپس نہیں آئیں میں جا کر ذرا انہیں اس پہاڑی کے دامن سے لے آؤں تم یہاں میرے آنے تک انتظار کرنا، وہ فرماتے ہیں خاتون کی واپسی میں کچھ تاخیر ہوئی اور برابر کے جھونپڑے کے سامنے کچھ مرد حضرات بیٹھے تھے میں تنہائی کی بناء پر ان کی صحبت میں وقت گزارنے اور گپ شپ کرنے کے لئے ان کے پاس چلا گیا، تھوڑی ہی دیر میں وہ خاتون واپس آ گئیں اور اپنے آنگن میں کھڑے ہو کر بآواز بلند مجھے کوسنے دینے لگیں.........**انت یا هندی ابن الهندی، یا شندی ترکت بیتی و رحت هناک غدرتني، قطعت انفي** ....(اے او ہندی وچندی کے بچے تم مجھے چھوڑ کر وہاں چلے گئے، تم نے میرے ساتھ بے وفائی کی، تم نے تو میری ناک کٹوادی)..........اور جو اس کے منہ میں آیا اس نے کہہ سنایا .... یہ اس بات پر مکمل ناراضگی کا اظہار تھا کہ اس نے مجھے اپنا مہمان بنایا تھا اور میں دوسروں کے ہاں اٹھ کر چلا گیا.......... میں نے واپس آ کر ان اماں جان کو راضی کرنے کی کوشش کی دیر بعد ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو مجھ سے سفر کا حال احوال پوچھا اور اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ میں تنِ تنہا پیادہ سفر کر رہا ہوں جبکہ یہاں تو دس دس اور بارہ بارہ کے قافلوں پر جنگلی درندے حملہ آور ہو جاتے ہیں.......... مزید تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے ہم پھر اصل موضوع کی طرف آتے ہیں ....)

اب نوجوان مجھے ایک ٹیکسی میں بٹھا کر الشرعیہ لے گیا جہاں مکتبہ الذاکرین ہے۔ ٹیکسی عین مکتبہ کے سامنے جا کر رکی نوجوان نے کرایہ اپنی جیب سے ادا کیا اور میرا ہاتھ جو جیب میں تھا اسے وہیں پکڑ لیا اور کہا.......... ما یصیر.......... یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ کرایہ آپ دیں۔ ہم مکتبہ میں داخل ہوئے اور وہاں موجود دونوں جوانوں سے ملاقات کی دونوں شیخ کمال کے عزیز تھے انہوں نے ہماری موبائل فون پر شیخ کمال سے بات کرائی تو معلوم ہوا کہ شیخ کمال ابھی دمشق سے واپس نہیں پہنچے ہیں۔ شیخ کمال نے زور دے کر کہا کہ آپ میرے گھر چل کر آرام کریں میں ابھی روانہ ہوتا ہوں اور تین گھنٹے

ماجاز لعذر بطل بزواله ☆ جس کا استعمال عذر کی وجہ سے جائز ہو عذر ختم ہوتے ہی جواز بھی ختم ہو جائے گا۔

میں انشاء اللہ پہنچ جاؤں گا۔مگر میں ان کی یہ پرخلوص پیش کش قبول نہ کرسکا کہ میرے پاس وقت کم تھا اور مجھے ابھی کئی دیگر شہروں بھی جانا تھا۔انہوں نے بڑا اصرار کیا پھر فون پر اپنے عزیزوں سے کہا کہ وہ میرے پاؤں پکڑلیں اور رکنے کی التجا کریں انہوں نے بھی بہت اصرار کیا مگر میں مجبور تھا کہ ان کی میزبانی قبول کرنے سے کھانے اور آرام پانے کے سوا کوئی خاص مقصد حاصل نہ ہوتا جبکہ میں یہ سب کچھ قربان کرکے سفر پر نکلا ہوں اور میرا اصل مشن جو زیارات کا ہے وہ متاثر ہوتا ہے چنانچہ شیخ کمال نے اسی نوجوان عمر توفیق سے کہا کہ وہ مجھے اگر نہ مانوں تو فلاں فلاں مقامات کی زیارت وسیر کرادے اور مجھے فون پر بتایا کہ یہ نوجوان عمر توفیق میرا بہت قریبی دوست اور ساتھی ہے یہ آپ کی پوری خدمت اور رہنمائی کرے گا۔اور وہ تو پہلے ہی سراپائے خلوص تھا۔خیر ہم یہاں سے روانہ ہوئے ٹیکسی لی اور ایک مسجد پہنچے جسکا نام مسجد التکیہ ہے اسی مسجد کے صحن میں ایک مزار مبارک ہے جس کے بارے میں بتایا گیا کہ اسی صدی کے اس شہر کے یہ بہت بڑے عالم اور شیخ طریقت گزرے ہیں اور یہاں کے لوگ انہیں القطب الخامس کہتے ہیں۔ان کا اسم گرامی شیخ محمود شققہ بتایا گیا یہاں فاتحہ خوانی کے بعد ہم پھر ٹیکسی لیکر اس جگہ پہنچے جہاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک بتایا جاتا ہے۔حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ مزار مبارک ایک پل کے پاس ہے ہم ایک نہر نما پانی کے نالہ کے پاس پہنچے سیڑھیاں اتر کر ایک کمرے میں داخل ہوئے جس میں یہ مزار ہے۔اس کی چابی جن صاحب کے پاس تھی توفیق انہیں جانتا تھا چابی لی اور ہم مزار مبارک پر حاضر ہوئے فاتحہ خوانی کی مگر دل نہیں مانا کہ اتنے عظیم شخص کا مزار اس طرح اور اس جگہ ہوگا اور مزار مبارک سے بھی کوئی توجہ ادھر محسوس نہیں ہوئی ورنہ دیگر مقامات پر کیفیت کچھ اور رہی...... واللہ اعلم بالصواب کہ حضرت حسان یہاں کب اور کیوں تشریف لائے اور کیسے ان کی مرقد یہاں بنی۔تاریخی طور پر کیا ثابت ہے کچھ نہیں معلوم تاریخی طور پر اتنا ضرور ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی ۱۲۰ برس عمر تھی رسول اللہ ﷺ سے ایک رشتہ حضور کی اہلیہ محترم سیدہ ماریہ قبطیہ کے توسط سے یوں ہے کہ حضرت حسان کی اہلیہ سیرین سیدہ ماریہ قبطیہ کی بہن تھیں.................. بہر کیف یہاں سے نکلے تو چند ایک تاریخی مقامات جیسے ملک الحماۃ (حماۃ کے بادشاہ) کی مسجد اور سیرگاہوں سے ہوتے ہوئے ہم واپس مکتبۃ الغزالی آئے توفیق نے چائے بنائی اور...... ایک کپ پرخلوص کالی چائے..... پی کر میں نے ان سے اجازت لی انہوں نے مجھے

ایک قلم ایک ڈائری اور ایک ٹیلیفونک ڈائری کا تحفہ دیا اور ٹیکسی میں بٹھا کر الوداع کہا۔محمد کمال نجار کا پتہ یہ ہے ۔اس کے بھائی کا نام غانم الامطۃ ہے ۔مکتبہ الذاکرین۔الشرعیۃ۔ الحماۃ۔ فون۔ ۴۱۰۹۱۸ گھر موبائل ۰۹۴۴۱۰۹۱۸ ـ مکتبہ ـ ۲۱۵۷۵۳ـ اس صالح نوجوان عمر توفیق الفاروق کا پتہ یہ ہے۔مکتبہ الغزالی ۔دباغہ۔الحماۃ ۔سوریا۔فون ۲۳۷۷۴۴ گھر۔ ۲۱۴۳۴۱ـ فواز محمد سیام المنجد کا پتہ یہ ہے۔کافتیر یا الرحاب فی کراج البولمان الجدید۔حماۃ ۔سوریا۔فون ۲۴۱۶۵۳ المنزل: جانب جامع الایمان الشرعیۃ۔بقالۃ المنجد ابوفواز۔ھ ۵۱۵۱۶۹ھ ۲۱۳۲۷۲ میں بس اسٹینڈ پہنچا تو میں نے اس بزرگ کو کینٹین پر آ کر دیکھا تو وہ بزرگ ابوفواز یہاں موجود تھے انہوں نے چھوٹتے ہی پوچھا کیا گزری جیسے انہیں بے چینی ہو کہ نہ جانے اس نوجوان نے کیا کیا۔بہر کیف میں نے ساری روئیداد سنائی ان کا اور ان کے بیٹے فواز محمد کا شکریہ ادا کیا اور پھر میں بس سروس کے آفس پہنچا جہاں سے میں نے حمص جانے کا ٹکٹ حاصل کیا اس وقت شام کے پونے سات بج رہے تھے اور شام سات بجے حمص کے لیے بس روانہ ہونی تھی ۔یہاں میں نے محسوس کیا کہ بسیں وقت کی پابندی کے ساتھ روانہ ہوتی ہیں ان اسپیشل بسوں میں جو بڑی صاف ستھری اور آرام دہ ہوتی ہیں کوئی ریوڑی بیچنے والا......کوئی مونگ پھلی بھجے بادام...... یا آئس کریم یا جوس والا نہیں چڑھتا اور نہ کوئی فقیر خیرات طلبی کے لیے آتا ہے۔دمشق سے حلب وحماۃ تک میں نے کوئی بھیک مانگنے والا بھی نہیں دیکھا بسوں میں ریکارڈ تک کا شور نہیں ہوتا البتہ مسافروں کی ضیافت کے لیے وی سی آر اور ان پر یہاں کے لوگوں کے مزاج کے مطابق فلمیں چلائی اور دکھائی جاتیں ہیں ۔اور ٹیپ ریکارڈ پر گانے بھی سنوانے کا معقول انتظام نامعقول موجود ہے۔مگر شور شرابہ سے نہیں دھیمی دھیمی آواز میں۔

بسوں کی روانگی میں باقاعدگی کے حوالہ سے مجھے دمشق میں بتایا گیا تھا کہ دو کمپنیاں الاھلی اور قدموس وقت کی بڑی پابند ہیں ۔اور واقعی میں نے انہیں ایسا ہی پایا قدموس کمپنی یہاں بس سروس کے علاوہ ٹی سی ایس TCS طرز کی کوریئر سروس بھی مہیا کرتی ہے ۔میں نے دیکھا کہ جہاں جہاں قدموس کمپنی کی بس جاتی تھی ہر جگہ وہ کچھ پیکٹ اتارتی اور کچھ لوڈ کرتی تھی جو کوریئر سروس طرز کے بنے ہوئے تھے ۔اور بورڈ پر بھی لکھا ہوا تھا...... قدموس لنقل البضائع والرکاب۔

۷ بجے بس روانہ ہوئی اور ساڑھے سات آٹھ کے مابین حمص پہنچی ۔بس سے اتر کر ایک ویگن میں سوار ہوئے جس کے بارے میں وہاں دیگر مسافروں سے معلوم ہوا تھا کہ یہ سیدنا خالد بن

ولید رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے قریب پہنچائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا چند منٹوں میں ہم جامع سیدنا خالد کے سامنے تھے مسجد پہنچ کر وضو تازہ کیا اور تحیۃ المسجد ادا کی پھر نماز مغرب قضاء ادا کی اور یہ سب حضرت سیدنا خالد بن ولید کے قدموں کی جانب ہوا ازاں بعد تسلیمات کے لیے فقیر بارگاہِ مجاہد عظیم میں ایک مجرم کی حیثیت سے دست بستہ کھڑا ہوا۔ایک ایسا مجرم جس نے اپنی قوم کو اقوام غیر کے سامنے ڈھیر ہوتے اور زیر ہوتے دیکھا ہے اور جو خون مسلم بدست مسلم کے جرم میں خود کو شریک تصور کرتا ہے کہ افغانستان میں ہزاروں مسلمانوں کو تہہ تیغ کرنے میں شریک معاون قوم کا ایک فرد اس مرد مجاہد کے دربار میں کھڑا ہے جس نے اپنی ملت کو جھکنا نہیں اٹھنا اور ابھرنا سکھایا جس نے کبھی شکست کھائی نہ کبھی شکست تسلیم کی اس کے حضور ایک شکست خوردہ قوم کا فرد آنسوؤں کی برسات اور ندامت وشرمندگی کا طوق اپنے گلے میں سجائے محو تلاوت آیات قرآنیہ تھا اور مزار مبارک سے نگاہیں چار کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

مسجد کے مؤذن نے آکر سلام کیا پھر نماز عشاء کا انتظار ہونے لگا.........اور ھاں حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے بائیں جانب اسی حجرے میں ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن کی قبر بھی ہے۔(بعض تاریخی مصادر نے حمص میں حضرت خالد بن ولید کی قبر کو تسلیم نہیں کیا اور لکھا ہے کہ ان کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے جنازہ میں شریک تھے......(الاصابہ جلد دوم ص ۱۰۰ نیز مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۹۷ بحوالہ سیر الصحابہ از معین الدین ندوی) اگر یہ بات درست ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۲ ہجری میں شام کا کوئی سفر نہیں کیا کہ جنازے میں شرکت ثابت ہو اور حضرت خالد کی وفات ۲۲ ہجری ہی میں ہوئی ہے......واللہ اعلم بالصواب.........

عشاء کی نماز کے بعد حضرت خالد کی درگاہ پر موجود عظیم مسجد کے امام صاحب سے ملاقات ہوئی اور رات حمص میں بسر کرنے کے ارادہ سے ہوٹل کا پتہ پوچھا۔انہوں نے پہلے تو اپنے ہاں قیام پر اصرار کیا مگر میرے شکریہ کے ساتھ مسلسل انکار پر ایک خادم ساتھ کر دیا جو ہوٹل تک پہنچا آیا۔اس ہوٹل کا نام بھی خالد بن ولید ہے۔اور اس کا پتہ یہ ہے......فندق ابن الولید جورۃ الشیاح۔حمص فون ۲۲۳۹۵۳۔۲۲۳۹۵۳۔فون ۲۲۳۹۵۳۔

ہوٹل کے مینیجر سے ایک سنگل بیڈروم کا ایک رات کا کرایہ ۲۰۰ لیرا طے پایا اور میں نے اپنی زمبیل ۲۰۰ لیرا ادا کر کے کمرے میں رکھ دی۔پھر میں باہر نکلا اور میں نے سامنے موجود دکان پر جا کر کسی

☆ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے ☆

فون بوتھ کا دریافت کیا تو اس نے کہا اگر شام کے اندر ہی کرنا ہے تو یہاں سے کر لیجئے پھر اس نے نمبر مانگا اور موبائل فون سے نمبر ڈائل کر کے دے دیا میں نے مولانا نذیر جان نعیمی کو دمشق فون کر کے اطلاع دی کہ میں جبلہ جانے کے ارادے سے ادھر حمص میں ہی ٹھہر گیا ہوں اور یہ کہ وہ شیخ حسام سے کہہ دیں کہ وہ الرقہ روانہ ہو جائیں میں ان کے ساتھ نہ جا پاؤں گا۔ میرا پروگرام رات کو حمص سے واپس دمشق جانے اور صبح شیخ حسام کے ساتھ الرقہ جانے کا تھا جہاں سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مزار شریف بتایا جاتا ہے۔

مگر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ جبلہ حمص کے قریب ہے اور وہاں حضرت ابراھیم ادھم بلخی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے تو میں نے ارادہ بدل لیا کہ الحق للقریب .... قریب والے کا حق پہلے ہے۔

رات ہوٹل میں اس طرح بسر کی کہ ۱۱ بجے سویا اور صبح سوا چار بجے قریبی مسجد کی اذان و سفر مزید کی فکر نے اٹھا دیا۔ ہم نے دمشق سے حلب تک کا سفر شرکتہ قدموس کی بس میں کیا تھا جس کا کرایہ ۶۰ لیرا تھا۔ حلب سے حماۃ شرکہ الاھلیہ میں سفر کیا۔

حماہ سے حمص شرکتہ الاھلیہ کی بس میں سفر کیا کرایہ ۲۰ لیرا تھا۔ گزشتہ شب بس اسٹینڈ پر مجھے بتایا گیا تھا کہ جبلہ کے لیے بس صبح پونے پانچ بجے روانہ ہوگی۔ چنانچہ ہم نے وضو تازہ کیا اور ٹیکسی لی اور بس اسٹینڈ جا پہنچے، بس اسٹینڈ آ کر ناشتہ کیا جبکہ ہم نے نہ تو کل دوپہر کو کھانا کھایا تھا نہ رات کو اور اس کا سبب وقت کی کمی اور حسب خواہش کھانے کی عدم دستیابی تھی۔

اب جو ناشتہ لیا تو یہ صرف ایک معمولی سائز کے سینڈوچ پر مشتمل تھا جس کے ساتھ ہم نے ایک جوس نوش جاں کیا کہ مفصل ناشتے کی طلب کے باوجود وقت نہیں تھا نہ ایسا کوئی ہوٹل یا ریسٹورینٹ قریب تھا کہ جہاں تسلی سے بیٹھ کر کچھ نہیں تو کراچی کی طرز کا چائے پراٹھا ہی کھا لیا جاتا، صبر و شکر کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔

صبح ٹھیک پونے پانچ بجے بس روانہ ہوگئی اور یہ قدموس سروس کی بس تھی یہ بس مختلف قصبوں اور شہروں سے گزرتی ہوئی ساڑھے سات بجے جبلہ پہنچی راستہ میں طرطوس اور بانیاس بڑے شہر تھے جہاں بس نے کچھ مسافروں کو اتارا تو کچھ نئے مسافر سوار ہوئے۔

جبلہ ایک سمندری شہر ہے جو بحرابیض المتوسط کے کنارے واقع ہے بس سے اتر کر سڑک پر چند قدم ہی چلنا ہوا ہوگا کہ ایک مسجد نظر آئی جس کے گنبدوں میں سے ایک گنبد الگ رنگ کا تھا اور شام میں

اکثر گنبد سبز یا چاندی رنگے ہوتے ہیں۔ خیال ہوا کہ یا تو یہی منزل مقصود ہے یا کم از کم اس جگہ سے اس مسجد سے منزل مقصود کا پتہ چل جائے گا مسجد کے اور قریب پہنچ کر ایک دکاندار سے معلوم کیا کہ اس مسجد کا نام کیا ہے تو اس نے کہا **هذا جامع السلطان ابراهيم** یہ سلطان ابراھیم کی مسجد ہے دل نے کہا **اذن هذا هو المطلوب** کہ پھر یہی تو مقصود و مطلوب ہے۔

مسجد جانے والا راستہ ایک طرف سے پارک کے اندر سے ہو کر جاتا ہے میں نے وہی راستہ اختیار کیا خوبصورت پارک ہے مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو اسے بند پایا مگر گیٹ پر ایک چائے کا کیبن تھا جس سے مسجد اور پارک میں آنے والے چائے پیا کرتے ہیں۔ کیبن والے سے معلوم کیا کہ مسجد کب کھلے گی تو اس نے کہا کہ یہ اوپر چھت پر جو بڑا بلب روشن ہے جب یہ بجھ جائے تو سمجھ لیجئے اندر کوئی ملازم آ گیا ہے اور مسجد اسی کے ساتھ ہی کھل جائے گی ہم نے کہا کہ عموماً یہ لائٹ کب تک چلتی رہتی ہے اس نے کہا آٹھ بجے تک۔ لیکن اگر یہ لوگ آٹھ تک نہ آئیں تو پھر دس بجے تک تو آ ہی جاتے ہیں۔ میں نے کینٹین والی کرسی لی اور اسٹول پر اپنی زمبیل رکھی اور بیٹھ گیا۔ کچھ دیر میں خیال آیا کہ ناشتہ معمولی تھا کسی ہوٹل پر جا کر ناشتہ کر آؤں پھر سوچا اتنی دیر میں مسجد کھل کر بند نہ ہو جائے۔ اس لیے وہیں قیام رکھنے کا طے کیا۔ البتہ اس چائے فروش کو کرسی اسٹول مہیا کرنے کا عوضانہ دینے کی غرض سے چائے بنانے کی فرمائش کی۔ یہاں عرب دنیا میں کالی چائے یعنی قہوہ نما بغیر دودھ کے چائے کا رواج ہے سو ایک کپ (جو کہ دراصل ایک چھوٹا گلاس تھا) اس نے لا کر پیش کیا۔ چائے پی اور پھر پارک میں ادھر ادھر ٹہلنا شروع کیا۔

۹ بجے دروازہ کھلا تو ہم بے ساختہ اندر پہنچے، سلطان ابراھیم ادھم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد مبارک مسجد کے اندر ایک گنبد میں ہے سلام پیش کیے فاتحہ پیش کی کچھ دیر یہ عاجز مؤدب کھڑا رہا توجہ چاہی مگر سلطان نے شاید اس گدا کو خیرات کا مستحق نہیں جانا پھر دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کی پھر حاضر ہوا پھر توجہ طلب کی مگر ادھر سے شاہانہ ادا ہی برقرار رہی اتنی دیر تک باہر دروازے پہ بٹھائے رکھا کالی چائے سے مہمان فقیر کی تواضع کی اس سے شاید دل نہیں دھلا آئینہ دل پر جو زمانے سے زنگ چڑھا ہے ظاہر ہے اسے ایک کپ چائے کیا صاف کرے گا اور وہ بھی کالی چائے کا کپ؟ ہاں اگر سلطان کی نظر ہو جاتی تو بات بن سکتی تھی مگر .... (جاری ہے)